افغانستان کے صدارتی انتخابات

ڈاکٹر محمد اقبال خلیل

۲۰۱۴ء افغانستان کے لیے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ امریکی صدر اوباما کے اعلان کے مطابق دسمبر ۲۰۱۴ء میں امریکی و دیگر ناٹو افواج افغانستان سے واپس چلی جائیں گی، البتہ چند ہزار پر مشتمل لڑاکا فوج اور فضائیہ پانچ عسکری اڈوں پر باقی رہ جائیں گی۔ ملکی امن و امان قائم رکھنے کا سارا اختیار اور ذمہ داری افغان نیشنل فورس اور پولیس کے حوالے کر دی جائے گی اور غیر ملکی فوج کا کردار محدود ہوگا۔ تاہم طالبان کی واپسی کے خدشے کے پیش نظر امریکی فوج افغانستان میں ایک طویل عرصے کے لیے موجود رہے گی۔ امریکی فوج کی موجودگی کو قانونی شکل دینے کے لیے ضروری ہے کہ کابل میں افغان حکومت کے ساتھ امریکی حکومت کا ایک معاہدہ ہو۔ موجودہ صدر حامد کرزئی نے امریکی دباؤ کے باوجود اس معاہدے پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا ہے اور یہ کام آیندہ منتخب حکومت کے ذمے کر دیا گیا ہے کہ اگر وہ چاہے تو امریکیوں کے ساتھ اس معاہدے پر دستخط کر دے۔ لیکن امریکی پریشانی میں اس وقت تازہ اضافہ صدارتی انتخابات کے دوسرے مرحلے کے نتائج کے معلق ہونے سے ہوا۔ افغان الیکشن کمیشن نے جب دوسرے مرحلے کے غیر حتمی نتائج کا اعلان کیا تو تمام بین الاقوامی مبصرین حیران رہ گئے کہ ڈاکٹر اشرف غنی نے ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ سے ۱۰ لاکھ سے زائد ووٹ حاصل کیے جو ایک حیران کن معاملہ تھا۔ اس لیے عبداللہ عبداللہ نے فوری ردعمل ظاہر کرتے ہوئے یہ نتائج ماننے سے انکار کر دیا اور احتجاجی تحریک چلانے اور متوازی حکومت بنانے کا اعلان کیا۔

پہلے مرحلے کے صدارتی انتخاب، جو اس سال ۲۰/اپریل میں مکمل ہوئے تھے، کے نتائج

کے مطابق اول نمبر پر ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ آئے تھے۔ انھوں نے ۴۵ فی صد تقریباً ۳۰ لاکھ ووٹ حاصل کیے تھے، جب کہ دوسرے نمبر پر ڈاکٹر اشرف غنی نے ۳۱ء۶ فی صد، یعنی تقریباً ۲۱ لاکھ ووٹ لیے تھے جو عبداللہ عبداللہ سے ۹ لاکھ کم تھے۔ زلمے رسول نے تیسری پوزیشن ۱۱ء۴، یعنی ساڑھے سات لاکھ ووٹ لیے۔

پروفیسر عبدالرب رسول سیاف نے ۷ء۳ فی صد، یعنی ۴لاکھ ۶۵ ہزار، انجینئر قطب الدین ہلال نے ۲ء۸ فی صد، یعنی ایک لاکھ ۸۰ ہزار، جب کہ چھٹے نمبر پر گل آغا شیرازی نے ۱ء۶ فی صد، یعنی ایک لاکھ ووٹ لیے تھے۔ ان میں سے زلمے رسول، استاد سیاف اور گل آغا شیرازی نے ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ کی دوسرے مرحلے میں حمایت کا اعلان کیا تھا۔ اس لیے اس کی جیت یقینی نظر آرہی تھی۔ لیکن دوسرے مرحلے میں پانسہ پلٹ گیا اور ابتدائی مرحلے کے نتائج ہی میں ڈاکٹر اشرف غنی سبقت لے گئے۔ انھوں نے غیر حتمی نتائج کے مطابق ۴۴ لاکھ ۸۵ ہزار ووٹ حاصل کیے، جب کہ عبداللہ عبداللہ نے ۳۴ لاکھ ۶۱ ہزار ووٹ لیے۔ اس طرح احمد زئی قبیلے سے تعلق رکھنے والے پختون اُمیدوار ڈاکٹر اشرف غنی بھاری اکثریت سے کامیاب نظر آئے، جب کہ تاجک پس منظر کے حامل ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ شکست کھا گئے۔ لیکن انھوں نے اس شکست کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور بڑے پیمانے پر انتخابی دھاندلی کا الزام لگایا۔ مبصرین نتائج کی اس تبدیلی میں موجودہ صدر ڈاکٹر حامد کرزئی کا کردار تلاش کر رہے ہیں جس نے قسم کھائی تھی کہ عبداللہ کو عرق (صدارتی محل) میں گھسنے نہیں دوں گا۔ اس نے پہلے مرحلے میں بھی ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ کو ہرانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ اس مقصد میں اس حد تک اس کو کامیابی ملی کہ ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ پہلے مرحلے میں ۵۰ فی صد ووٹ حاصل کرنے کا ہدف حاصل نہ کر سکے، جب کہ وہ اس کے قریب پہنچ چکے تھے اور اگر اُمیدواروں کی تعداد کم ہوتی تو شاید وہ بہ آسانی یہ ہدف حاصل کر چکے ہوتے۔

کہا جاتا ہے کہ حامد کرزئی نے کئی اُمیدواروں کو کھڑا کروا کر یہ مقصد حاصل کیا۔ پھر دوسرے مرحلے میں براہ راست مقابلہ پختون اور تاجک اُمیدوار کا ہوا۔ قومی تعصّبات نے اس مرحلے میں خوب رنگ جمایا اور رنگ و نسل کی بنیاد پر تقسیم نظر آئی۔ جن نتائج کا اعلان ہوا ہے اگر ان کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ پختون اکثریت آبادی رکھنے والے صوبوں میں

ڈاکٹر اشرف غنی کو ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ کے مقابلے میں بھاری اکثریت سے کامیابی نصیب ہوئی۔ اس نے کل ۱۸ صوبوں میں الیکشن جیتا جن میں پکتیا، پکتیکا، خوست، ننگر ہار، کنٹر، لغمان، قندوز، ہلمند، زابل اور اورزگان جیسے پختون ولایتوں میں لاکھوں ووٹ حاصل کیے، جب کہ عبداللہ عبداللہ چند ہزار تک محدود رہے۔ سب سے دل چسپ نتیجہ صوبہ قندھار کا ہے جہاں سے عبداللہ عبداللہ کا آبائی تعلق ہے، وہاں ڈاکٹر اشرف غنی نے ۲ لاکھ ۶۸ ہزار ووٹ حاصل کیے، جب کہ ڈاکٹر عبداللہ کو صرف ۵۱ ہزار ووٹ ملے۔ ڈاکٹر اشرف غنی کے ساتھ اول نائب صدر کے طور پر جنرل رشید دوستم اُمیدوار تھے جو ازبکوں کے نمایندہ اور مسلمہ رہنما مانے جاتے ہیں۔ اس لیے ان صوبوں میں بھی ڈاکٹر اشرف غنی کا پینل کامیاب ہوا جن میں جوزجان، فریاب اور نمروز وغیرہ شامل ہیں، جب کہ ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ کو تاجک ووٹوں کی بھاری اکثریت ملی، جن کی آبادی افغانستان میں ۲۷ فی صد تک سمجھی جاتی ہے۔ اسی طرح ہزارہ کے ووٹ بھی زیادہ ان کو ملے۔ جن صوبوں میں ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ کو واضح اکثریت ملی ان میں کپیسا، پروان، غزنی، بدخشان، تخار، بغلان، سمنگان، بلخ، ہرات، نمروز، بامیان، پنجشیر، ڈایکنڈی وغیرہ شامل ہیں۔ ان کی کل تعداد ۱۶ ہے۔

مرکزی صوبے کابل میں ڈاکٹر اشرف غنی نے ۴ لاکھ ۵۴ ہزار ووٹ حاصل کیے، جب کہ ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ نے ۴ لاکھ ۲۲ ہزار ووٹ لیے، یعنی مقابلہ تقریباً برابر رہا۔ ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ نے انتخابی دھاندلیوں کے جو الزام لگائے اس میں جعلی ووٹ، ایک ووٹر کے ووٹ کا کئی بار استعمال اور مخصوص حلقوں اور پولنگ اسٹیشنوں پر یکطرفہ ووٹنگ وغیرہ شامل ہیں۔ لگتا یہ ہے کہ دونوں اُمیدواروں نے جہاں موقع ملا وہاں خوب دھاندلی کی۔ پہلے مرحلے میں پختون اکثریت کے کئی صوبوں میں طالبان کے خوف سے ووٹنگ کی شرح بہت کم تھی لیکن اس بار وہاں لاکھوں ووٹ پول ہوئے۔ اس کی ایک وجہ طالبان کی ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ سے دشمنی بھی بتائی جاتی ہے لیکن وہ دونوں اُمیدواروں کو امریکی گماشتے تصور کرتے ہیں اور سرے سے پورے انتخابی عمل کو ماننے سے انکاری ہیں۔ اس لیے اس کا امکان کم ہے کہ انھوں نے عبداللہ عبداللہ کی مخالفت میں ڈاکٹر اشرف غنی کو ووٹ دینے کی حمایت کی ہوگی۔ ان صوبوں میں ووٹوں کے رجسٹریشن کی شرح بھی خاصی کم تھی۔ اس لیے دھاندلی کے امکانات کو تقویت ملتی ہے۔

تازہ ترین صورت حال یہ ہے کہ ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ کے احتجاج کا امریکا نے سنجیدگی سے نوٹس لیا۔ اس سے پہلے ۲۰۰۸ء کے انتخابات میں بھی ڈاکٹر عبداللہ نے حامد کرزئی پر بدترین دھاندلی کے الزامات لگائے تھے، بلکہ ۲۰۰۸ء کے انتخابات میں دوسرے مرحلے میں وہ یہ کہہ کر انتخابات سے دستبردار ہو گئے تھے کہ حامد کرزئی کی موجودگی میں شفاف انتخابات ممکن ہی نہیں۔ اب حامد کرزئی کی جگہ ڈاکٹر اشرف غنی نے لے لی اور ایک بار پھر عبداللہ عبداللہ دھاندلی کا شکار ہو گئے۔ امریکی وزیر خارجہ جان کیری نے اس ماہ دو مرتبہ کابل کا دورہ کیا اور دونوں صدارتی اُمیدواران کا موقف سننے کے بعد ان کے درمیان مفاہمت کی کوشش کی اور اس میں وہ کامیاب رہے۔ دوسری بار کابل کے دورے میں وہ ان دونوں اُمیدواران کے درمیان ایک معاہدہ کرانے میں کامیاب ہوگئے۔ جس کا باقاعدہ میڈیا میں اعلان کیا گیا اور دونوں رہنماؤں نے اس پر اتفاق کیا کہ ایک ایسا مصالحتی کمیشن بنایا جائے جو ایک قومی حکومت کا قیام ممکن بنائے۔ دونوں نے اس بات پر بھی اتفاق کیا کہ دونوں طرف سے مقرر کردہ مبصرین کی موجودگی میں سارے ووٹ دوبارہ شمار کیے جائیں جس کو آڈٹ کا نام دیا گیا اور مشکوک ووٹوں کو گنتی سے نکال باہر کیا جائے۔ اس دوبارہ گنتی کے نتیجے میں جو اُمیدوار اکثریت حاصل کرے وہ صدر بن جائے گا اور دوسرا اُمیدوار اس کے ساتھ نائب صدر اول بنے گا۔ اس طرح ایک مخلوط حکومت کابل میں اقتدار سنبھالے گی۔ آزاد الیکشن کمیشن کے تحت ووٹوں کی دوبارہ گنتی اور آڈٹ کا کام شروع ہوگیا ہے۔ دونوں جانب کے مقرر کردہ مبصرین اس عمل میں شریک ہیں۔ یہ ایک مشکل اور صبر آزما کام ہے۔ اندازہ یہ ہے کہ اس عمل سے گزرنے کے بعد بھی ڈاکٹر اشرف غنی ہی کامیاب ٹھیریں گے کیونکہ ان کو ۱۰ لاکھ ووٹوں کی سبقت حاصل ہے۔ پہلے دو تین دن جو کام ہوا اس میں ۸۵ ہزار ووٹوں کو مسترد کر دیا گیا لیکن اس میں اگر زیادہ ووٹ ڈاکٹر اشرف غنی کے ضائع ہوئے تو ۳۰ ہزار ووٹ عبداللہ کے بھی گئے۔ البتہ ڈاکٹر اشرف غنی کو جو بڑی سبقت حاصل ہے، اس میں خاطر خواہ کمی واقع ہوگی۔

ڈاکٹر اشرف غنی احمد زئی بین الاقوامی شہرت کے حامل ماہر اقتصادیات ہیں۔ انھوں نے کولمبیا یونی ورسٹی امریکا سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے اور کئی امریکی یونی ورسٹیوں میں پڑھاتے رہے ہیں۔ ۱۹۹۱ء میں ورلڈ بنک میں ملازمت اختیار کی۔ اس دوران انھوں نے کئی

ممالک بشمول چین اور روس میں خدمات سرانجام دیں اور اپنی ذہانت اور مہارت کا لوہا منوایا۔ ۲۰۰۱ء میں طالبان حکومت کے خاتمے کے بعد وہ افغانستان واپس آئے اور حکومت میں شامل ہوئے۔ وہ شروع میں صدر حامد کرزئی کے مشیر خاص تھے اور بون معاہدے پر عملدرآمد اور لویہ جرگہ کی تشکیل میں ان کا اہم کردار رہا۔ پھر وہ وزیر خزانہ بن گئے اور افغانستان کی معاشی ترقی، نئی افغان کرنسی کے اجرا، سالانہ بجٹ کی تیاری اور مالی ضابطوں کی پابندی میں نام کمایا۔ انھوں نے بین الاقوامی ڈونرز ایجنسیوں کا اعتماد حاصل کیا۔ خود احتسابی اور کرپشن کے خلاف سخت کارروائیاں ان کی وجۂ شہرت ہیں۔ بعد میں انھوں نے کابل یونی ورسٹی میں ایک ادارہ 'مؤثر ریاستی انسٹی ٹیوٹ' قائم کیا جس نے بہت جلد عالمی شہرت حاصل کی۔ یہ ایک منفرد ادارہ تھا جو کمزور اقتصادی ممالک کو ترقی کے راستے پر گامزن کرنے کے لیے حکمت عملی بنانے میں مددگار ثابت ہوا۔ دیہات کی سطح پر ترقی کا منصوبہ اور ویلیج کونسل کا قیام بھی ان کے ذہن کی پیداوار ہیں۔ ۲۰۰۸ء کے الیکشن کے بعد وہ افغان کابینہ کا حصہ نہ بنے بلکہ انھوں نے پسند کیا کہ وہ کابل یونی ورسٹی کے چانسلر بنیں اور تعلیمی اداروں کو ترقی دیں۔ ڈاکٹر اشرف غنی کی بیوی کا تعلق لبنان کے ایک عیسائی گھرانے سے ہے۔ افغانستان کی معاشی ترقی میں ایک مستقل کردار ادا کرنے کے بعد وہ اب سیاسی میدان میں بھی اپنا لوہا منوانا چاہتے ہیں۔ وہ ایک عملی انسان ہیں اور سائنسی اور علمی خطوط پر ملک کو چلانا چاہتے ہیں۔ افغانستان میں طالبان کے حوالے سے بھی ان کا موقف نرم ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ ملک میں امن کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ ان کے ساتھ بامعنی مذاکرات کیے جائیں اور ان کو قومی دھارے میں شامل کیا جائے۔

ڈاکٹر اشرف غنی کے مقابلے میں ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ افغانستان کے ایک مسلمہ قومی رہنما ہیں۔ ان کے والد غلام محی الدین خان، ظاہر شاہ کے دور حکومت میں سینیٹر تھے۔ انھوں نے ۱۹۷۷ء میں کابل یونی ورسٹی سے میڈیکل کی ڈگری حاصل کی اور پھر ماہر امراض چشم کی حیثیت سے النور ہسپتال کابل میں خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۸۴ء میں پاکستان ہجرت کی اور وادیِ پنج شیر میں کمانڈر احمد شاہ مسعود کے ساتھ روسیوں کے خلاف جہاد میں شامل ہوئے۔ ۱۹۹۲ء میں نجیب انتظامیہ کے خاتمے اور مجاہدین حکومت کے قیام کے بعد بھی وہ احمد شاہ مسعود کے ساتھ وزارت

دفاع کی ترجمانی کرتے رہے۔ پھر وزیرخارجہ بنے اور عالمی سطح پر ان کی شہرت ہوئی۔ نائن الیون کے بعد وہ پھر وزارتِ خارجہ ہی کے نمایندے کے طور پر بون کانفرنس میں شامل ہوئے۔ صدر حامدکرزئی کے پہلے دور میں وہ بحیثیت وزیرخارجہ کابینہ کے اہم رکن اور ترجمان تھے۔ ۲۰۰۸ء کے انتخابات میں وہ صدر حامد کرزئی کے مقابلے میں ایک مضبوط صدارتی اُمیدوار رہے اور دوسری پوزیشن حاصل کی۔

موجودہ انتخابات میں وہ صلاح الدین ربانی، جواستاد برہان الدین ربانی کے صاحبزادے ہیں، کی قیادت میں جمعیت اسلامی افغانستان کی جانب سے صدارتی اُمیدوار تھے۔ انھوں نے اپنے ساتھ حزب اسلامی کے ایک مضبوط سیاسی دھڑے ارغندیوال گروپ کو ملایا اور ان کے انجینیر محمد خان کو نائب صدر اول کا اُمیدوار بنایا۔ اس کے علاوہ ہزارہ برادری کے استاد محقق کو نائب صدر بنا کر انھوں نے ایک قومی قیادت کا تصور پیش کیا۔ جہادی پس منظر کے باوجود ان کی شہرت ایک لبرل اور قوم پرست رہنما کی ہے۔ وہ طالبان کے مخالف ہیں۔ بھارت اور روس سے ان کے اچھے تعلقات ہیں۔

ڈاکٹر اشرف غنی اور ڈاکٹر عبداللہ عبداللہ کی مخلوط حکومت کا تصور بہت سارے افغانیوں کے لیے ناقابلِ فہم ہے۔ امریکی دباؤ پر انھوں نے آپس میں معاہدہ تو کرلیا لیکن اس کے عملی تقاضے پورے کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ دونوں کیمپوں میں ایسے افراد موجود ہیں جو اس گٹھ جوڑ سے خوش نہیں۔ امریکیوں کو بھی موجودہ انتخابات سے جو توقعات وابستہ تھیں وہ پوری ہوتی نظر نہیں آرہیں۔ حامد کرزئی کا متبادل تلاش کرنا ان کے لیے دردِسر بنتا جا رہا ہے۔ جان کیری جتنے بھی کابل کے دورے کریں ہر بار ان کو ایک نئی صورت حال کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ڈاکٹر اشرف غنی مسلسل بیان دے رہے ہیں کہ وہ ایک کمزور صدر بننا پسند نہیں کریں گے۔ بہرحال آنے والے دنوں میں افغانستان میں امریکیوں کے لیے مشکلات و مسائل میں اضافہ ہوگا اور امریکی افواج کے انخلا کے پروگرام میں تاخیر کا باعث بن سکتے ہیں۔